شاکر کنڈان اور پاک فوج کے اہلِ قلم

ڈاکٹر شبیر احمد قادری

Dr. Shabbir Ahmad Qadri,

Associate Professor, Department of Urdu,

Govt College University, Faisalabad.

Abstract:

Shakir Kandan is an armyman himself. He is the person who has a lot of researchbased articles and books on his credit. He is known as a distinguished poet, critic, researcher and editor of a Urdu literary magazine. He wrote more than thirty books on various topics in Urdu and Punjabi. Shakir Kandan research work in this regard is very important. He threw light on the achievements of those armymen who paid there attention on writings in prose and poetry are permanent part of history of urdu literature. This article attempts to explore the basic writings of Shakir Kandan about the achievements of those writers who served in army before or after 1947.

ادب میں کسی ایک شعبے میں اپنی تخلیقات و نگارشات اور تحقیقات کے ذریعے اپنی شناخت بنانا بہت اہمیت رکھتا ہے، شاکر کنڈان کا شمار بھی ان اربابِ فکر و نظر میں کیا جاتا ہے جو ادب میں ہمہ جہت شخصیت ہونے کے باوصف ایک شعبہ میں متخصص کا درجہ رکھتے ہیں اور وہ شعبہ ہے افواجِ پاکستان اور اہلِ قلم، اس ذیل میں وہ خاطر خواہ خدمات انجام دے چکے ہیں اور یہ سلسلۂ خیر ہنوز جاری ہے۔ شاعری اور نثر دونوں میں طبع آزمائی کرتے ہوئے نصف صدی ہوگئی، ان کا حقیقی نام عطا رسول ہے۔ ۲۰ جون ۱۹۵۱ء کو محمد حسین کے ہاں کنڈان کلاں، تحصیل شاہ پور ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے۔ خوشاب، لاہور، راولپنڈی، کوئٹہ، سرگودھا کے سول اور ملٹری تعلیمی اداروں سے تعلیمی مدارج طے کیے۔ ایم۔ اے اردو کے دوران میں ''سرگودھا کا دبستانِ شاعری'' اور ایم۔ فل اردو کرتے ہوئے ''شیر افضل جعفری کے کلیات کی تدوین مع فرہنگ'' کے زیرِ عنوان تحقیقی مقالات لکھ کر اسناد حاصل کیں۔ ''قیامِ پاکستان سے قبل عسکری اہلِ قلم کی خدمات کا تحقیقی جائزہ'' کے زیرِ عنوان سرحد یونیورسٹی، پشاور میں پی ایچ۔ ڈی اردو کا مقالہ جمع کرا چکے ہیں۔

شاکر کنڈان نے عملی زندگی کا آغاز ۳ ستمبر ۱۹۷۱ء کو آرمڈ کور میں بحیثیت سوار کیا۔ ۷ اپریل ۱۹۸۹ء کو لیفٹیننٹ بنے اور ۵ جولائی ۲۰۰۱ء کو بحیثیت کیپٹن ریٹائر ہوئے۔ شعبہ اردو سرگودھا یونیورسٹی سرگودھا میں تدریسی خدمات انجام دے چکے ہیں۔

افواجِ پاکستان کے اہلِ قلم کی خدمات پر مبنی ان کی تحقیقات کا حاصل درج ذیل کتب خاص اہمیت کی حامل ہیں:

''اردو ادب اور عساکرِ پاکستان''، جلد اول، حصہ اول ۱۹۹۷ء

''اردو ادب اور عساکرِ پاکستان''، جلد اول، حصہ دوم، ۲۰۰۰ء

''اردو ادب اور عساکرِ پاکستان''، جلد دوم، حصہ اول، ۱۹۹۷ء

''اردو نعت اور عساکرِ پاکستان''، ۱۹۹۷ء

''اردو کی بنیاد میں اردو کا حصہ''، ۲۰۱۹ء

شاکر کنڈان کی تصانیف و تالیفات کی مجموعی تعداد ۳۴ ہے۔(۱)

آخر الذکر کتاب ''اردو کی بنیاد میں اردو کا حصہ'' میں پہلے لفظ اردو سے مراد اردو زبان جب کہ دوسرے لفظ اردو سے مراد لشکر کے ہیں۔ اس امر کی وضاحت انھوں نے اندرونی سرِ ورق کے حاشیہ میں کر دی ہے، شاکر کنڈان نے اپنی اس کتاب میں حضرت آدم علیہ السلام، حضرت نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت عیسیٰ علیہ اسلام کے ادوار کا ذکر کرنے کے بعد افریقی اقوام کی ہندوستان آمد کے ساتھ ساتھ روٹوسٹرپر، آسٹرک، کول اور منڈا اسمیری اور بعد ازاں دراوڑوں کی ہندوستان آمد کے حقایق کو بہ دلائل بیان کیا ہے۔ اس ضمن میں محمد نعیم اللہ خیالی، خلیل صدیقی اور عین الحق فرید کوٹی ایسے لسانی محققین کی آراء بھی نقل کی ہیں۔ آگے چل کر زبان کے وجود میں آنے کے اسباب و علل کا ذکر کیا گیا ہے۔ اس ضمن میں عطش درانی کے بیان کردہ سات تصورات کو جزو کتاب بنایا گیا ہے:

''۱۔ ماما نظریہ (Mama Theory) آسان ہجا سے زبان کا آغاز۔

۲۔ بوو بوو نظریہ (Bow Bow Theory) کتے کی بولی یا آوازوں کی نقل اتارنے کا نظریہ۔

۳۔ پو پو نظریہ (Pooh Pooh Theory) شدتِ جذبات کے باعث کچھ آوازیں منھ سے نکلتی ہیں۔

۴۔ ڈنگ ڈانگ نظریہ (Ding Dong Theory) لفظ و معانی کا ایک قسم کا باطنی تعلق۔

۵۔ یا ہے ہو نظریہ (Ya ha Ho Theory) محنت و مشکل حالت میں جو آوازیں نکلیں۔

۶۔ تا تا نظریہ (Ta Ta Theory) مل جل کر گانے بجانے سے جو لفظ بنتے ہیں۔

۷۔ ہے یو نظریہ (Hey You Theory) باہمی تفاعل اور تشخص سے جو لفظ بن گئے، تو، میں، وہ، وغیرہ۔''(۲)

غیاث الدین (۱۲۶۶ء۔۱۲۸۶ء) سے لے کر محمد بن تغلق (۱۳۱۵ء) تک کے عہد میں ہندی، ہندوی، دہلوی، لاہوری یا دیگر لہجوں کو عروج نصیب ہوا۔ اردو زبان جو ابھی تک ہندی یا ہندوی کے نام سے پکاری جاتی تھی، کے ارتقا کا اندازہ ہم اس سے لگا سکتے ہیں کہ غیاث الدین بلبن سے محمد بن تغلق تک گیارہ حکمرانوں کا زمانہ حضرت امیر خسرو نے پایا اور بعض مورخین کے نزدیک آپ پہلے شاعر تھے۔ جنھوں نے اردو زبان کو استعمال کیا۔ اگر چہ اس رائے میں اختلافات موجود ہیں لیکن ان ادوار میں ہمیں حضرت امیر خسرو اور حسن سجزی جیسے نئی فروغ پانے والی زبان کے خدمت گار ملتے ہیں اور یہیں سے شمالی ہند میں اردو

تحریری طور پر ایک نئے روپ میں دکھائی دیتی ہے، یہاں شاکر کنڈان نے امیر خسرو کی عسکری خدمات کا ذکر کیا ہے جنھیں اپنے والد امیر سیف الدین کی شہادت کے بعد امارت سونپی گئی، مصنف کی مفصل رائے کو اس کے ایک جملے میں سمیٹا جا سکتا ہے:

''عسکریت کے علاوہ فنِ شعر اور موسیقی میں بھی اعلیٰ مقام رکھتے تھے۔'' (۳)

یہاں شاکر کنڈان نے خلیل صدیقی، گیان چند، جان جی جیکسن کے دلائل سے بھی استفادہ کیا ہے۔ اردو زبان کے نقطۂ آغاز کے ذیل میں اپنی رائے کا اظہار انھوں نے دراوڑوں کی ہندوستان آمد سے کیا ہے اور اسے ان کی پہلی عسکری کارروائی کے نتیجے میں ہندوستان میں ان کے مستقل قیام کے جواز کی جانب اشارہ کیا ہے۔ ہندوستان کی سرزمین پر قدم رکھنے والوں نے کھیتی باڑی کو ذریعۂ روزگار بنایا۔ مصنف نے دراوڑوں کی ہندوستان آمد کے سلسلے میں اس وقت کے ''فوجی نظم'' کو اہم قرار دیا ہے۔ وہ عسکریت پسندی کو پس پشت ڈال کر مقامی رنگ میں رنگ گئے اس کے نتیجہ میں زبان پر توجہ دی اور باہم میل جول سے بقول شاکر کنڈان:

''زبان کے مطالعے سے یہ حقیقت تو واضح ہو جاتی ہے کہ دراوڑوں سے پہلے کی آباد اقوام نے جس زبان کا بیج بویا تھا وہ اس دھرتی کی اپنی زبان تھی جس میں دراوڑوں کے حملے کے باعث تبدیلی آنا شروع ہوئی اور دراوڑیوں کی عسکری قوت اس زبان جسے آج ہم اردو کہتے ہیں، کا نقطۂ آغاز ثابت ہوئی۔'' (۴)

یعنی مصنف کی رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ اردو زبان کے آغاز وارتقا کے ذیل میں عسکری قوتوں کی عملی کاوشوں کو نظر انداز نہیں کیا جا سکتا۔

شاکر کنڈان نے ''اردو زبان کا سفر'' کے ذیلی عنوان کے تحت ہندوستان میں آریاؤں کی آمد کا ذکر کیا ہے جو گھڑسواری اور تیغ زنی کے ماہر تھے، دراوڑوں کو پیچھے دھکیلتے ہوئے ایک نئی طاقت کے طور پر اُبھرے، ان کی جنگجویانہ عادت اور نئی سماجی حیثیت پر دلائل دینے کے بعد مقامی زبان پر ان کے اثرات کا جائزہ لیا گیا ہے:

''فاتحین اور مفتوحین کے اس ملاپ اور اختلاط سے معاشرت میں تبدیلی کے ساتھ زبان میں بھی تبدیلی آئی۔ آرین چونکہ مختلف اوقات اور مختلف علاقوں سے آئے تھے ان سپاہیوں کی اپنی اپنی زبان تھی۔ خطہ ہندوپاک کے لوگ بھی مختلف علاقوں کی زبان میں کچھ کچھ تبدیلی کے حامل تھے۔ لہٰذا مختلف علاقوں میں جہاں زبان میں خوبصورتی اور روانی آئی وہیں مختلف ادوار میں بھی اس میں تبدیلی رونما ہوئی۔ یہی وہ عہد ہے جب وید تحریر ہوئے۔ رگ وید، یجروید، اتھروید اور سام وید، روایات میں اختلاف کے باوجود آٹھ سو سال قبل مسیح تک تحریر ہو چکے تھے۔'' (۵)

شاکر کنڈان نے آریاؤں کے مقامی تہذیب وثقافت پر اثرات کا مختلف براہین ودلایل کی روشنی میں جائزہ لینے کے بعد ساکا قبیلے، سائرس، دارا، گستاسپ کے حملوں کا ذکر کیا ہے۔ یہاں پہنچ کر انھوں نے خاص طور پر ایرانیوں کے ہندوستان پر حملے کے نتیجے میں مقامی زبان پر مرتب ہونے والے اثرات کی جانب متوجہ کیا ہے اور ہخامنشی، ژند اور پارسی زبانوں کے مقامی زبان میں دخیل الفاظ اور اس کے زیرِ اثر، ہیئت اور لب ولہجہ میں ہونے والی تبدیلی کی جانب اشارات کیے ہیں، پھر بدھ مت کے

اثرات کا جائزہ لیا ہے، سکندر اور بعدازاں اس کے جرنیل سلیوکس کے حملوں کے نتیجے میں یونانی زبان اور مقامی زبان کے تال میل پر بات کی گئی ہے:

> ''قومیں آتی رہیں، حکومتیں بنتی رہیں، تہذیب کے ساتھ ساتھ لسانی اثرات کا سلسلہ بھی چلتا رہا اور زبان نامعلوم طریق سے دراوڑی، آرین، ویدک، سنسکرت اور پراکرت میں تبدیلی ہوتی رہی۔ ایرانیوں کے حملے چونکہ زیادہ ہوئے اس لیے ایرانی زبانوں نے ہندوستان کی زبانوں پر زیادہ رنگ چڑھایا۔ بہ نسبت دیگر حملہ آوروں کی زبانوں کے، نوشیرواں کے عہد میں اس کی جرار فوج جب گجرات کی راجدھانی (بلبھی پور) پر حملہ آور ہوئی تو معمولی سی جنگ کے بعد صلح ہوگئی۔ اب چونکہ ایران کی فارسی زبان میں بہت تبدیلی آچکی تھی۔ گویا کہ اب جدید فارسی کا دور دورہ تھا۔'' (۶)

فارسی زبان نے اردو زبان وادب کے انمٹ نقوش مرتب کیے اور فارسی الفاظ اور تراکیب کی بہت بڑی متاع اردو کا حصہ بنی۔ یہاں مصنف نے برصغیر میں اسلام کی آمد پر اظہار خیال کیا ہے۔ ان کی رائے میں حضرت عمر بن خطابؓ کے عہد میں پہلی بار مسلمانوں نے برصغیر میں قدم رکھا اور گجرات اور بہرائچ کو اپنا مسکن بتایا بعدازاں یہ لوگ مکران خضدار، راجپوتانہ، بمبئی، ملتان، صوابی وغیرہ میں پھیل گئے، ولید بن عبدالملک کے عہد میں عراق کے گورنر حجاج بن یوسف نے محمد بن قاسم کو ہند پر حملے کے لیے روانہ کیا۔ اس کے نتیجے میں عربی زبان کے الفاظ وتراکیب مقامی زبانوں کا حصہ بننے لگے۔ یہاں انھوں نے سید سلیمان ندوی، کالا سنگھ بیدی اور مولوی سید ضامن علی کے لسانی دلائل پر بحث کی ہے، شاکر کنڈان نے بہت اہم دلیل یہ دی ہے:

> ''سندھ و ہند میں مختلف علاقوں پر مسلمانوں کا قبضہ ہو چکا تھا اور ایک نئی تبدیلی آہستہ آہستہ اپنے وجود کا احساس دلا رہی تھی تو ان عرب سپاہیوں نے جو مستقل طور پر یہاں آباد ہوئے، شادیاں کیں اور ان کی اولادیں ہوئیں انھوں نے دھیرے دھیرے پنپنے والی اس تبدیلی/ زبان کو بڑھانے میں اہم کردار ادا کیا۔'' (۶)

اردو کے ارتقائی عمل کے ذیلی عنوان کے تحت مصنف نے برصغیر میں غزنی حکمرانوں سبکتگین، محمود غزنوی، کا ذکر کیا ہے۔ خاص طور پر محمود غزنوی کی علم وادب میں دلچسپی کی جانب اشارات کیے ہیں۔ جو صاحب مطالعہ حکمران تھا۔ اس نے سنسکرت زبان سیکھنے میں دلچسپی ظاہر کی۔ وہ شاعری کا بھی رسیا تھا۔ مسعود سعد سلیمان، محمد علی عوفی، حضرت امیر خسرو کی کتب اور علم وادب سے ان کی گہری لگن پر اظہار خیال کیا ہے۔ شہاب الدین محمد غوری، قطب الدین ایبک، علاؤالدین خلجی، فیروز تغلق، امیر تیمور، خضر خاں، لودھی خاندان اور سلاطین دہلی کا ذکر کرنے کے بعد مغل خاندان تک اہم عسکری، سماجی سیاسی، اور لسانی وادبی احوال کو موضوع بنایا گیا ہے۔ ان حکمرانوں میں سے بعض علم وادب میں گہری دلچسپی رکھتے تھے۔ ان حکمرانوں کی تصانیف اس ضمن میں ان کے عمیق مطالعات وحاصلات کی مظہر ہیں۔ بابر، ہمایوں، شیر شاہ سوری، اکبر، جہانگیر کے بعد شاہجہان کا دور حکومت اس لیے اہم ہے کہ اسی دور میں اردو زبان کو اس کا حقیقی نام ملتا ہے۔ اس ضمن میں سید فصیح الملک، مولوی عبدالغفور نساخ، محمد حسین آزاد، میر امن دہلوی، انشاء اللہ خاں انشا، گراہم بیلے، حافظ محمود شیرانی، ڈاکٹر جمیل جالبی ایسے نامور ارباب فکر ونظر کی کتب سے حوالے دے کر اپنے موقف کی حقانیت کو ثابت کرنے کی محققانہ سعی کی ہے۔ ''عسکری اہل قلم کی روایت کا رخ جنوبی ہند کی طرف'' کے

ذیلی عنوان کے تحت گفتگو کی ہے۔ اس ضمن میں انھوں نے ''تاریخ فرشتہ''، ''اردو انسائیکلوپیڈیا''، ''دکن میں اردو''، ''اردو کی حقیقت تاریخ سے'' اور ''اردو کی کہانی'' ایسی اہم تصانیف سے کسب فیض کرتے ہوئے اپنی بات کو آگے بڑھایا ہے۔ ساتھ ہی ساتھ خلجی، تغلق، بہمن شاہی، عادل شاہی، قطب شاہی، عماد شاہی، نظام شاہی اور برید شاہی عہد میں حکمرانوں کے ساتھ ساتھ، ادیبوں شاعروں، صوفیا، مبلغین اور دیگر طبقات وشعبہ ہائے زندگی سے وابستہ افراد کی ترویج واشاعت زبان کے ذیل میں خدمات پر روشنی ڈالی ہے، یہاں دو اقتباسات کا اندراج اور ان کا مطالعہ خالی از دلچسپی نہ ہوگا، پہلے اقتباس میں شاکر کنڈان نے ایک سوال کرتے ہوئے دوسرے اقتباس میں اس کا مسکت جواب دینے کی عمدہ اور قابل قدر سعی کی ہے:

> ا۔ ''صوفیا اور مبلغین کا اثر ورسوخ اپنی جگہ لیکن صوفیا اور علماء میں زیادہ تر فارسی زبان کے شیدائی تھے۔ انھیں اس زبان کی طرف آنے پر عوام نے مجبور کیا اور عوام پر ابتدائی اثرات عسا کرنے ڈالے جو وہاں صوفیا کی کثرت سے آمد سے پہلے حملہ آور ہوئے اور وہاں کی (کے؟) عوام میں لین دین اور میل ملاپ کے دوران (میں؟) نئے الفاظ کی تشکیل کی۔ یہاں ایک سوال یہ بھی پیدا ہوتا ہے کہ مورخین نے ابتدا اس طرف توجہ کیوں نہ دی؟۔'' (۸)
>
> ۲۔ ''اس کا جواب میرے خیال میں یہ ہے کہ محمد تغلق کی فوجیں جو شمالی ہند سے اس کے ساتھ آئی تھیں اور جنوبی ہند میں آباد ہوگئی تھیں۔ نیز شاہوں کا اپنا مزاج جو ہندی یا دکھنی اردو کی طرف مائل تھا اور جنھوں نے اس زبان کی سرکاری سطح پر سرپرستی کی اس زبان کے فروغ میں ممدومعاون ثابت ہوئے۔ میں پھر اس قول کو دہرانا چاہوں گا کہ جو مزاج حکمرانوں کا ہو عوام اسی میں ڈھل جاتے ہیں۔ یہاں بھی یہی ہوا کیونکہ حسن گنگو بہمنی سے آخری تاجدار ابوالحسن تانا شاہ تک سب ہی دکھنی اردو کے دلدادہ تھے اور دل وجان سے اس زبان کو چاہتے تھے۔'' (۹)

مغلوں کے عروج وزوال کے حقائق کی نقاب کشائی اور اردو زبان کی ترقی کے ذیل میں ان کی خدمات کا جائزہ لینے کے بعد شاکر کنڈان برصغیر میں یورپین کی آمد کا ذکر کرتے ہیں، اپنی بات کا آغاز وہ سکندر اعظم، آرمینیں کی آمد سے کرتے ہیں۔ ثانی الذکر کو اکبر نے آگرہ آباد ہونے کی ترغیب دی۔ آرمینیں میں اردو شاعری سے رغبت کے آثار ملتے ہیں۔ یہاں جو ہانس کا ذکر کیا گیا ہے جو اردو میں صاحب تخلص کے حامل تھے۔ ان کا ایک اردو شعر رام بابو سکسینہ کی کتاب European and indo-european poets of urdu and persian کے حوالے سے درج کیا گیا ہے۔ شعر ملاحظہ ہو:

دیکھنا توڑ کے وحشت میں نکل جاؤں گا
مجھ کو پہناتے ہو زنجیر پہ زنجیر عبث

دوسرا شعر ایرن جیکب فرحت کا ہے جسے صفیر بلگرامی کے تذکرہ ''جلوہ خضر'' کے حوالے سے نقل کیا گیا ہے:

ستم ایسا نہ کرائے باغباں فصل بہاری میں
گرائیں بجلیاں ایسا نہ ہو آہیں عنا دل کی

شاکر کنڈان نے پرتگالی، ڈچ، برطانوی فرنگیوں اور فرانسیسی اقوام کے ہندوستان پر حملوں کا ذکر کیا ہے۔ یہاں انھوں نے فورٹ ولیم کالج سمیت دیگر تعلیمی اداروں کے قیام، نواب علی وردی خاں، نواب سراج الدولہ، سلطان ٹیپو سے متعلق اہم حقایق بیان کیے ہیں۔ مقامی زبانوں کے قواعد اور لغات کی تیاری کے ساتھ ساتھ نسخ ٹائپ میں ان کی طباعت کے علاوہ اردو کے پہلے اخبار کی اشاعت کی جانب اشارات کیے گئے ہیں۔ اخبار ''فوجی اخبار'' کے زیرِ عنوان سلطان ٹیپو نے جاری کیا تھا۔ یہاں شاکر کنڈان نے قارئین کی توجہ ایک اہم نکتے کی جانب مبذول کرائی ہے:

> ''جو حاکم وقت ہوتا ہے اور عوام سے جن کا تعلق ہوتا ہے۔ ان کو بالکل نظر انداز نہیں کیا جاسکتا۔ ان کی مرضی اور منشا کے بغیر کوئی ایسا قدم اٹھانا بھی مشکل ہوتا ہے جو ترقی کی راہ پر گامزن کر سکے، نیز ایک گورنر یا گورنر جنرل اپنے عہد میں ماتحتوں کے کمانڈر کا بھی ہوتا تھا۔ وہ دستے جو میدان جنگ میں کار آزما رہے وہ اپنے ان سربراہوں کے زیر کمان تھے۔ ان لوگوں کے علاوہ ایسے لوگ بھی نظر انداز نہیں کیے جاسکتے۔ جنھوں نے اردو زبان کو اپنایا بھی اور اس میں اپنا نام بھی پیدا کیا لیکن ان شعرا و ادبا کے بارے روایت کے لحاظ سے عسکری ہونے کا باقاعدہ ثبوت راقم کو میسر نہیں آسکا۔ ہاں وہ کسی نہ کسی حیثیت سے فوج سے منسلک ضرور رہے۔ خواہ میڈیکل کے شعبے سے خواہ تعلیم کے شعبے سے، خواہ پیشکار یا کسی اور شعبے کے حوالے سے۔ البتہ انفرادی طور پر جنھوں نے اردو زبان و ادب کے فروغ کے لیے گراں قدر خدمات انجام دیں۔''(۱۰)

''لوٹ پیچھے کی طرف'' کے ذیلی عنوان کے تحت شاکر کنڈان نے عہدِ مغلیہ میں کسی نہ کسی حیثیت میں عسکری خدمات انجام دینے والے اربابِ فکر و نظر کے بارے میں متعارف کرایا ہے۔ انھوں نے اساسی نوعیت کی معلومات بہم پہنچائی ہیں جو ان کے اپنے وسیع عسکری مطالعات و مشاہدات کا حاصل ہیں:

> ''مغلوں کے دورِ حکومت میں یا ان سے پہلے اور متوازی کچھ ایسے ادارے یا عہدے بھی رہے ہیں جن کے بارے میں دو رائے پائی جاتی ہیں۔ ایک تو یہ کہ وہ فوج کا حصہ تھے اور دوسری رائے یہ کہ وہ فوج کا باقاعدہ حصہ نہیں بالکل ایسے ہی جیسے آج کل آرڈیننس ڈپو یا ای ایم ای ورکشاپس یا ایسے دیگر اداروں میں کام کرنے والے سویلین M-E-S، آڈٹ یا فوجی اداروں سے منسلک سویلین ادارے یا لوگ جو جنگ میں عملاً حصہ نہیں لیتے یا فوجی وردی پہننے کا جن کو اختیار نہیں۔ ایسے ہی لوگوں میں منشی یا میر منشی، تنخواہیں تقسیم کرنے والے، متصدی، اصطبل کے داروغہ وغیرہ یا داروغہ یا میر نعمت یعنی باورچی وغیرہ وہ لوگ تھے جن کے بارے میں دو رائے موجود ہیں۔ لہٰذا ایسے لوگ اگر مستقل یا باقاعدہ عساکر کے زمرے میں نہیں آتے تو کم از کم ان کا ایک تعلق فوج سے تھا تو سہی۔ لہٰذا ایسے لوگوں کو خارج از بحث سمجھنا بھی ان کے ساتھ زیادتی ہے اور انھیں مستقل یا باقاعدہ فوج کا حصہ سمجھنا دوسروں کے

ساتھ زیادتی ہے لیکن ایسے لوگوں میں سے جنھوں نے باقاعدہ کسی جنگ میں حصہ لیا یا حصہ لینے کے مجاز تھے نیز جنگ میں جانیں بھی دیں انھیں شامل نہ کرنا ان کے ساتھ زیادتی ہے۔''(۱۱)

اس طویل تمہیدی گفتگو کی بنیاد پر شاکر کنڈان نے تاریخ ادب اردو سے ایسے اہلِ قلم کا کھوج لگایا ہے۔اس ضمن میں انھوں نے راجا رام، محمد بلاقی خاکسار، میاں محمد علی المتخلص بہ بیدار جوان، الہ وردی خاں جلیس، عبدالصمد شیفتہ کا ذکر کرنے کے بعد میر تقی میر کی عسکری حیثیت سے متعارف کرایا ہے:

''میر تقی میر کو اگر میں سپاہیوں کے زمرے میں شامل کرتا تو کوئی بھی استادفن ماننے کے لیے تیار نہ ہوتا۔ جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ''نول سنگھ کی فوج کے ساتھ دہلی آنا ہوا اور پھر بہادر سنگھ کے ہمراہ لشکر شاہی کے ساتھ مرہٹوں کے خلاف جنگ میں حصہ لیا۔ یہ رائے کلب علی خاں فائق کی مرتبہ کلیات میر دیوان اول، جلد اول (مجلس ترقی ادب لاہور ۱۹۷۶ء، ص:٦٦) سے لی گئی ہے۔ میر نے روزنامچے اور ''ذکر میر'' میں جس طرح جنگوں کا، دہلی کا، فوجوں کی روانگی کا، مرہٹوں کا، شجاع الدولہ کا اور میدان جنگ وغیرہ کا نقشہ کھینچا ہے وہ جنگ میں ان کی شمولیت ثابت کرنے کے لیے کافی ہے۔''(۱۲)

''ذکر میر'' میں میر تقی نے اپنے سفر سکرتال (۱۷۷۲ء) کے ذیل میں لکھا ہے:

''اس زمانے میں سیندھیا جو دکھنی سرداروں میں سے ایک بڑا سردار ہے۔ پیشوائی کے لیے جا کر بادشاہ کو اپنے ساتھ لایا اور شہر میں داخل ہوا۔ اس (بات) کو ابھی کچھ دن بھی نہ گزرے تھے کہ (مرہٹہ) سرداروں نے باہم طے کیا کہ بادشاہ کو اپنے ساتھ لے کر نجیب الدولہ مرحوم کے لڑکے ضابطہ خاں پر چڑھائی کرنی چاہیے بادشاہ نے ہر چند بیماری کا بہانہ کیا مگر کچھ فائدہ نہ ہوا۔ اس تقریب سے میں بھی شاہی لشکر کے ہمراہ اس طرف روانہ ہوا۔''(۱۳)

شاکر کنڈان نے منشی جگن ناتھ خوشتر، مکندر لال فارغ دہلوی، عبدالحلیم شاہ حلیم، شیخ شمس الدین سوزاں، شیخ پیر محمد فنا، شیخ عوض علی تنہا، مولانا کفایت علی کافی، منشی خیراتی لال شگفتہ، سردار محمد حیات خان، منشی سجاد حسین، دیوان جانیہا در لال راضی، نواب مرزا داغ دہلوی، چھیتر مل مجبور، محمد یوسف علی خاں عزیز، محمد نور احمد تنویر، سید محمد صادق علی جعفری متخلص بہ زاہد/صادق دہلوی، نواب بہادر یار جنگ، ظریف جبل پوری، حاجی محمد حسین کنجاہی، حیرت دہلوی، صوفی غلام مصطفیٰ تبسم، حاجی لق لق، وقار انبالوی، چراغ حسن حسرت، فیض احمد فیض، قمر صدیقی، ضمیر جعفری کا بہ دلائل فوج یا فوج خدمات سے تعلق اور علمی و ادبی خدمات پر اظہارِ خیال کیا ہے۔ شاکر کنڈان لکھتے ہیں:

''اردو زبان و ادب کی تاریخ کا سفر جب بیسویں صدی میں داخل ہوتا ہے۔ جغرافیائی نقشے بھی اتھل پتھل ہوتے ہیں، زبانوں میں بھی تغیر پیدا ہوتا ہے۔ آزادی کی لہر دوڑتی ہے تو علاقائی سطح پر زبان پر بھی اثرات مرتب ہوتے ہیں۔ ایسے حالات میں بھی اگرچہ عساکر

تو اپنے ہر دو محاذوں پر یعنی جغرافیائی اور لسانی، اپنی خدمات انجام دے رہے ہوتے ہیں۔
کچھ ایسی شخصیات بھی زبان وادب کی خدمت میں ممد ومعاون دکھائی دیتے ہیں جن کے
بارے میں وہی مسائل سامنے آتے ہیں جو قبل ازیں زیر بحث آچکے ہیں۔‘‘(۱۴)

الغرض شاکر کنڈان کی یہ کتاب ان کے گہرے تاریخی، سماجی، علمی، ادبی اور عسکری مطالعات ومشاہدات کی دلآویز اور تحیرزا کیفیات کی ترجمان اور عکاس ہے۔ موصوف نے اپنے موقف کی دلالت کے لیے نثری اور شعری امثال پیش کی ہیں اور اپنے قاری کو اس خوش کن امر سے روشناس کرانے میں کامیاب دکھائی دیتے ہیں۔ اردو زبان کی تعمیر وترقی، اور ترویج واشاعت کے ذیل میں عسکری اہل قلم کی خدمات کا سلسلہ بہت دراز اور قابل فخر ہے۔

حوالہ جات وحواشی

۱۔ شاکر کنڈان کی تصانیف وتالیفات کی فہرست ملاحظہ ہو:
’’آشوب زیست‘‘، ’’اردو ادب اور عساکر پاکستان‘‘، (دو حصے) ’’اردو نعت اور عساکر پاکستان‘‘ کراچی کے نعت گو شعرا‘‘ جلتے صحراؤں میں‘‘، ’’بیرک نامہ‘‘ اسلام آباد کے نعت گو شعرا‘‘ سرعکس‘‘، ’’وجدان کی آنکھ‘‘، ’’نعت گویان سرگودھا‘‘، ’’افضل تحسین کی حمد ونعت نگاری‘‘، ’’لیکھ لکھتاں‘‘، ’’سرگودھا کا دبستان شاعری‘‘ (دو جلدیں)، ’’نغمۂ محمدی سے نکلی ہوئی آب جُو‘‘، ’’مطالعاتِ شاکر کنڈان‘‘، ’’رفاقتوں کی فصلیں‘‘، ’’نعت رسول مقبول اور سرگودھا کے شعرا‘‘ جادۂ شوق ومحبت‘‘ سندھ کے نعت گو شعرا‘‘ راولپنڈی کے نعت گو شعرا‘‘، ’’ہتھیلی پہ سورج‘‘، ’’مضباچے، ’’سنجیاں گلیاں، سجریاں راہواں‘‘، ’’کچھ بھی نہ کہا‘‘، ’’وجدان کی دوسری آنکھ‘‘، ’’ریاضت‘‘، ’’تحمینِ زبان وادب‘‘، ’’خلعت توقیر‘‘، ’’مقالاتِ نو‘‘، ’’اردو کی بنیاد میں اردو کا حصہ‘‘۔

۲۔ عطش درانی، پاکستانی زبانوں کی تدریس، لاہور: نذیر سنز، ۲۰۱۴ء، ص:۱۲ بحوالہ: اردو کی بنیاد میں اردو کا حصہ، مصنف: شاکر کنڈان، ص:۳۰

۳۔ ایضاً، ص:۵۸

۴۔ شاکر کنڈان، اردو کی بنیاد میں اردو کا حصہ، ص:۳۷

۵۔ ایضاً، ص:۳۸

۶۔ شاکر کنڈان، اردو کی بنیاد میں اردو کا حصہ، ص:۴۶

۷۔ ایضاً، ص:۵۲

۸۔ ایضاً

۹۔ ایضاً، ص:۸۳

۱۰۔ ایضاً، ص:۹۶

۱۱۔ ایضاً، ص:۹۷

۱۲۔ ایضاً، ص:۹۸

۱۳۔ میر تقی میر، ذکر میر، مرتب ومترجم: نثار احمد فاروقی، جہلم: بک کارنر، ۲۰۱۶ء، ص:۱۴۵

۱۴۔ شاکر کنڈان، اردو کی بنیاد میں اردو کا حصہ، ص:۱۰۴